لئے جب قتل گاہ کی طرف جانے لگا تو کہہ رہا تھا

ملحمة کتبت علی بنی اسرائیل قتل عام کی وہی سزا ہے، جو بنی اسرائیل کی قسمت میں ٹھونک دی گئی ہے۔

جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ "قومی مزاج" یہودیوں کا کچھ ایسے عجیب وغریب قالب میں ڈھل گیا تھا جس کے بعد زندگی کے واقعی حقائق کی حکیمانہ یافت سے وہ محروم ہو گئے تھے یہودیوں کے اس "قومی مزاج" کے مذکورہ بالا خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ غور کیجئے قرآن کے احکام عشرہ والی سورہ کی ان آیتوں پر جو اسراء یا معراج کے تذکرے کے بعد پائی جاتی ہیں

(۱) اس کی اطلاع دیتے ہوئے کہ بنی اسرائیل کی راہ نمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی تھی، سب سے پہلے اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ گو اس کتاب میں بہت سی باتوں کا مطالبہ کیا گیا تھا، لیکن "جوہری مطالبہ" یہ تھا کہ

"نہ بنائیں وہ میرے سوا کسی کو وکیل

اس سے قرآن یہ شعور پیدا کرنا چاہتا ہے کہ مذہبی مطالبات کے مدارج ومراتب کے فرق کو پہچاننا چاہیے قوم یہود میں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کے مرض کی یہ تشخیص انجیل میں منسوب کی گئی ہے کہ

"تم مچھروں کو چھانتے ہو اور اونٹوں کو نگلتے ہو"

اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مذہب کی "حقیقی روح" سے تو وہ لاپروائی برتتے تھے پرانے عہدنامہ میں بنی اسرائیل کے پچھلے نبیوں کے نام کی طرف جو کتابیں منسوب کر کے شائع کی گئی ہیں، ان میں بکثرت اس کا ذکر ملتا ہے کہ

ساری قوم (بنی اسرائیل) انسان کے مدد پر تکیہ کرتی تھی (ہوسیع ۵-۱۳، ۷، وغیرہ)

اس زمانہ میں فلسطین دو طاقتور قاہرہ حکومتوں مصر واشور کے درمیان گھرا ہوا تھا ان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کتاب سلاطین میں ہے کہ ملک یہود میں جو سیاسی پارٹیاں پائی جاتی تھیں

وہ کبھی اسور (اشور) کی مدد کے جویاں ہوتے تھے اور کبھی مصر سے (۲۔ سلاطین ۱۵-۱۹ و ۱۷-۴)

دعا بھی ان کی روح سے خالی ہوتی تھی صرف دعا، کے چھلکوں پر قناعت کئے ہوئے تھے

ہوشیع کی کتاب میں ہے

خطرے کے ایام میں صرف لبوں سے توبہ کرتے تھے (۷-۱۶)

بہرحال کیسی عجیب بات تھی، موکل وکیلوں کو خود ڈھونڈھتا پھرتا ہے فیس دیتا ہے اور پھر بھی نہیں جانتا کہ اس کا وکیل مقدمہ میں کامیاب کرائے گا یا ناکام، مگر یہ کتنی بڑی نعمت تھی کہ سب سے بڑی اقتداری قوت اپنے آپ کو وکیل بنانے کے لئے خود پیش کرتی ہے اور اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتی مگر یہود نے اس نعمت کی قدر نہ کی، وہ مصر اور اشور والوں سے تو دل سے باتیں کرتے تھے لیکن سب سے بڑی اقتداری قوت کے سامنے صرف اپنے ہونٹھوں کو ہلاتے تھے جن کا دل سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔

قرآن میں اس کے بعد اسی "وکالت کبری" کے شعور کو بیدار کرنے کے لئے یاد دلایا گیا ہے کہ

اسرائیل کی اولاد، ان لوگوں کی نسل سے تھی جنہیں نوح کے ساتھ کشتی پر ہم نے سوار کیا تھا"

آخر میں اسی کے ساتھ نوح کے متعلق فرمایا گیا ہے

انہ کان عبداً شکوراً — نوح بے شک مرا بندہ بڑا شکر گزار تھا۔

ایک مفید اعلان

طبی بورڈ

دلی کے تجربہ کار اور مشہور خاندانی حکیموں کا یہ بورڈ صرف اس لئے قایم کیا گیا ہے تاکہ آپ گھر بیٹھے دلی کے قابل حکیموں کے مشوروں اور ان کی متفقہ رائے سے اپنے مرض کا صحیح علاج کرا سکیں۔

۱۔ طبی بورڈ کے متفقہ فیصلے کے بعد جو بہترین دوا تجویز ہوگی اس سے آپ کو اطلاع دے دی جائیگی۔ ۲۔ مشورہ کی کوئی فیس نہیں۔ ۳۔ خط وکتابت پوشیدہ رہے گی۔ ۴۔ اپنا پتہ پورا اور صاف لکھئے

طبی بورڈ - نور گنج - دہلی ۶

مختار بن ابو عبید الثقفی

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

طائف جاتے ہوئے مختار مکہ میں رکا اور طواف کعبہ کے موقع پر ابن الزبیر سے ملا، ابن الزبیر نے تپاک سے خیر مقدم کیا اور کوفہ کا حال پوچھا۔ مختار نے صاف بات کہہ دی کہ اہل کوفہ بظاہر بنو امیہ کے مطیع لیکن دل سے ان کے بدخواہ ہیں پھر اس نے رازداری سے ابن الزبیر سے کہا: "انتظار کیا ہے، ہاتھ لائیے میں بیعت کرلوں، اس کے بدلے میں آپ مجھے خوش کردینا (اس کا اشارہ غالباً حکومت کوفہ کی طرف تھا)، حجاز پر قبضہ کر لیجئے اہل حجاز سب آپ کے ساتھ ہیں[1] لیکن ابن الزبیر نے اس سے یہ سودا نہ کیا۔

مختار اپنے وطن پہنچا اور ایک سال تک وہاں بہت مصروف رہا اور غالباً مکہ و مدینہ کے چکر لگائے جن میں ابن الحنفیہ اور علی بن حسین سے خاص طور پر ڈپلومیٹک ملاقاتیں کیں اور ان کے عندیہ کا سراغ لگایا۔ اس زمانہ میں وہ کاہنانہ انداز میں کہا کرتا تھا "انا مبیر الجبارین" یعنی میں ظالموں کو فنا کے گھاٹ اتاروں گا اگلے سال مختار خانۂ کعبہ کا طواف کرنے مکہ آیا تو ابن الزبیر سے جو عبادت میں بہت مشغول رہتے تھے قصداً ملاقات نہیں کی اور مسجد میں ان سے الگ نماز پڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے پاس متعدد شناسا اور معزز لوگ جمع ہوگئے، ابن الزبیر نے یہ دیکھ کر اپنے ایک مشیر سے اس کی بے رخی کی شکایت کی۔ مشیر نے ابن الزبیر کی یہ شکایت مختار سے آکر کہی تو مختار نے جواب دیا: "میں پچھلے سال ان کے پاس آیا تھا اور اپنی خدمات پیش کی تھیں مگر ان کو اپنی طرف سے منحرف پایا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے بے نیازی برت رہے ہیں تو میں نے بھی مناسب سمجھا کہ ان کو دکھادوں کہ میں بھی ان سے بے نیاز ہوں۔ خدا کی قسم میں ان کا اتنا محتاج نہیں جتنا وہ میرے

---

[1] طبری ۱۶/۲ و انساب ۲۱۰/۵

ہیں"۔ بہرحال اس مشیر کی معرفت رات کو مختار ابن الزبیر سے ملنے آیا اور بلا تکلف صاف صاف سمجھوتہ کی یہ شرطیں پیش کیں: "نہ زیادہ بات کرنے سے کچھ فائدہ ہے، نہ ضروری بات چھپانے سے، میں آپ کی بیعت اس شرط سے کرتا ہوں کہ آپ میرے مشورہ بغیر کوئی فیصلہ یا کام نہیں کریں گے اور سب ملاقاتیوں سے پہلے مجھ سے ملا کریں گے اور جب کامیاب ہو جائیں گے تو بہترین عہدہ مجھے دیں گے"۔ کچھ رد وکد اور سوال وجواب کے بعد ابن الزبیر نے بیعت لے لی

مختار اس دن سے ابن الزبیر کا دست راست ہو گیا اور یزید کی بغاوت اور اس میں عسکری کامیابی کی اسکیمیں نہایت خلوص سے مرتب کرنے لگا۔ ابن الزبیر نے یزید کی بیعت سے جب انکار کیا (۶۳ھ) تو یزید نے شام سے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ مکہ و مدینہ کے مرکزی شہروں نے ابن الزبیر کی خلافت تسلیم کر لی۔ ابن الزبیر نے بھی فوج تیار کی اور خانہ کعبہ کو ہیڈ کوارٹر قرار دیا۔ شام کی فوجوں نے مکہ اور خانۂ کعبہ کا محاصرہ کیا اور آگ و پتھر برسانے والی مشینیں قریب کی پہاڑیوں پر نصب کر دیں اور باقاعدہ مقابلہ کے لئے فوجیں بھی بھیجیں ان معرکوں میں اور بالخصوص خانۂ کعبہ کی آتش زدگی کے دن مورخین کا کہنا ہے کہ مختار بڑی تدبیر اور بہادری سے لڑا اور متعدد موقعوں پر دشمن کے چھکے چھڑا دئے۔ ابھی جنگ کا خونیں سلسلہ جاری تھا کہ چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کا انتقال ہوا۔ یہ خبر پا کر شام کی فوجوں نے تلواریں نیام میں رکھ لیں اور شام لوٹ گئیں۔ ابن الزبیر کی بیعت مکہ و مدینہ میں پہلے ہی ہو چکی تھی، اب بصرہ، کوفہ، جزیرہ اور شام کے اکثر علاقوں میں بھی ہو گئی اور وہ خلیفہ بن گئے انھوں نے مکہ، مدینہ، بصرہ کوفہ اور جزیرہ میں اپنے گورنر مقرر کئے پانچ ماہ تک مختار انتظار کرتا رہا لیکن ابن الزبیر نے اس کو کوئی منصب نہیں دیا[۲]۔

خلافت حاصل کر کے انھوں نے اپنے اس مشیر کے مشورہ پر عمل کیا جس نے کہا تھا: "اس وقت مختار کا دین خرید لیجئے پھر جو مرضی ہو کیجئے گا" انھوں نے ایسا ہی کیا۔ غالباً مختار نے اپنے تدبر اور عسکری مہارت سے ان کو اتنا مرعوب کر دیا تھا کہ وہ اس کو کوئی عہدہ دیتے ڈرتے تھے کہ مبادا وہ

---

[۱] انساب ۵/۲۱۶ - طبری ۶۳/۷، مروج الذہب ۱۴۴/۶ [۲] طبری ۶۱/۷

خلافت میں کوئی رخنہ ڈال دے۔ ان پانچ ماہ میں مختار حالات کا غائر مطالعہ کرتا رہا جو دن بھی کوفہ سے آتا اس سے وہاں کے حالات اور اہل کوفہ کے رجحانات دریافت کرتا جب اس کو معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے ابن زیاد (عبیداللہ) کے نائب گورنر عمرو بن حریث کو بغاوت کرکے نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص کو گورنر بنایا ہے (عامر بن مسعود) تو اس نے فاتحانہ جوش سے کہا: "میں ابو اسحاق ہوں بس میں وہاں حکومت کر سکتا ہوں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"[1]

ایک دن مختار مغیرہ کے ساتھ (غالباً مغیرہ کی گورنری کوفہ کے زمانہ میں) بازار سے گذر رہا تھا تو مغیرہ نے کہا: "مجھے ایک گر معلوم ہے جس کو اگر کوئی سمجھ دار آدمی استعمال کرے تو بہت سے لوگوں کا دل موہ سکتا ہے اور ان کو اپنا معاون بنا سکتا ہے بالخصوص فارسی اور غیر عرب نسل کے لوگوں کو۔" مختار نے پوچھا: چچا وہ گر کیا ہے؟ مغیرہ نے کہا: اہل بیت کی مدد اور ان کے انتقام کی تحریک۔" یہ بات مختار کے دل کو لگ گئی تھی۔[2]

مختار نے کوفہ جاکر قسمت آزمانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ابن الزبیر سے اس کو مایوسی ہوئی لیکن وہ سمجھدار اتنا تھا کہ ان سے نہ تو لڑا اور نہ ان کی مخالفت ظاہر کی۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ ابن الزبیر کی اجازت سے اہل کوفہ کو نئے خلیفہ کا حامی اور شام کے دشمن کے خلاف ان کو آمادۂ جنگ کرنے گیا تھا روایت کے الفاظ یہ ہیں: "مختار نے ابن الزبیر سے کہا: "میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں جن کو اگر سمجھ دار لیڈر مل جائے تو ان کے ذریعہ آپ کے واسطے ایک لشکر تیار کر سکتا ہے جس سے آپ شامیوں پر فتح پا سکتے ہیں۔" ابن الزبیر نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں۔ مختار نے کہا: "کوفہ کے شیعہ۔" ابن الزبیر نے کہا: وہ لیڈر تم ہی بن جاؤ۔"[3]

مختار کا رجحان جیسا کہ ہم پہلے دیکھ آئے ہیں اہل بیت کی طرف تھا اور ابن الزبیر سے مایوس ہوکر وہ کلیۃً ادھر مائل ہو گیا وہ نہ خود قرشی تھا نہ قبائلی لیڈر اس لئے اس کو عربوں سے مدد کی زیادہ امید نہ تھی اور کوفہ کے عرب تو بالکل ناقابل اعتماد ثابت ہو چکے تھے۔ حضرت علی، حسن اور حسین سے ان

---

[1] انساب الاشراف ۲۲۳/۵ [2] انساب ۲۷۱/۵ [3] مروج الذہب حاشیہ تاریخ الکامل ۱۵۴/۶

کی غداری کی ساری تاریخ اس کے سامنے تھی، یہ لوگ محض درہم و دنانیر کے بندے تھے ان کے مقابلہ میں غیرعرب تھے۔ موالی اور غلام جو اکثر فارسی تھے اور فارسیوں میں حکومت کے موروثی ہونے کا عقیدہ تھا۔ خلافت کو بھی وہ موروثی سمجھتے تھے جس کو ان کی رائے میں حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں رہنا چاہئے تھا اس کے علاوہ وہ حضرت علیؓ کے طرز عمل سے خوش رہے تھے اور اہل بیت سے ان کو اجتماعی و اقتصادی مساوات یا کم از کم انصاف کی دوسروں کی نسبت زیادہ امید تھی عربوں کے اجتماعی اور اقتصادی استبداد نے ان کی وفاداریوں کو درہم برہم کر دیا تھا اور وہ ایک اچھی دعوت کو ایک مہربان لیڈر کی قیادت میں اپنے خون سے سینچنے کے لئے تیار تھے مختار نے طے کر لیا کہ یہ دعوت اہل بیت کی دعوت ہوگی اور یہ لیڈر وہ خود ہوگا۔

کوفہ روانہ ہونے سے پہلے وہ ابن الحنفیہ کے پاس گیا جو مکہ میں مقیم تھے ابن الحنفیہ حضرت حسن اور حسین کے چھوٹے بھائی تھے اور جب حسینؓ خلافت کے لئے قسمت آزمائی کرنے کو فہ روانہ ہوئے تو انھوں نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا مختار نے اپنا مشن ان الفاظ میں ان کے سامنے پیش کیا: "میں آپ کے عزیزوں کے خون کا انتقام لینے کوفہ جا رہا ہوں" اس کو توقع تھی کہ عام عربوں کی طرح یہ سن کر وہ بہت خوش ہوں گے اور اس کی حوصلہ افزائی کریں گے لیکن ابن الحنفیہ خاموش رہے ہاں یا نا کچھ نہ کہا ان کی خاموشی کو مختار نے رضامندی پر محمول کیا جب وہ چلنے لگا تو ابن الحنفیہ نے اس کو ہدایت کی کہ جہاں تک ہو سکے خدا سے ڈرتے رہنا بعض مورخ کہتے ہیں کہ مختار نے جب انتقام کا ارادہ ظاہر کیا تو ابن الحنفیہ نے کہا: "اس میں شک نہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارے قاتلوں کو غارت کرے لیکن میں لڑائی کا حکم نہیں دیتا نہ خون بہانے کا کیونکہ خدا ہماری مدد کرنے اور ہمارے حقوق لینے کے لئے کافی ہے"[1]۔

یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد (غالباً شعبان ۶۴ھ میں) مختار کوفہ روانہ ہوا اور وسط رمضان میں وہاں پہنچا اس کی آمد کے آٹھ دن بعد ابن الزبیر کا مامور کردہ گورنر (عبداللہ بن یزید) اور وزیر خراج

---

[1] انساب الاشراف ۲۱۸/۵

(ابراہیم بن محمد بن طلحہ) نے حکومت کوفہ کا چارج لیا۔[1]

کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے مختار نے غسل کیا۔ سر میں تیل ڈالا عمدہ کپڑے زیب تن کئے سر پر عمامہ باندھا اور کمر سے تلوار لگائی اس طرح سج دھج کر جمعہ کے دن شیعوں کے محلوں سے ہوکر کوفہ میں داخل ہوا جس شیعی مسجد یا مجمع سے گذرتا سب کو بڑے تپاک سے سلام کرتا اور کہتا: "میں تمہارے لئے کامیابی فراغبالی اور فتح کا مژدہ لایا ہوں جب ہمدان اور ربیعہ کے محلوں میں پہنچا (یہ دونوں شیعی قبیلوں میں سب سے زیادہ وفادار ثابت ہوئے تھے) تو لوگوں سے ابن الحنفیہ کا سلام کہا اور کامیابی کی بشارت دی راستہ میں اس کو ایک شاعر ملا (ابوعبیدہ بن عمرو) جو اہل بیت کا بڑا خیر خواہ اور بہادر سپاہی تھا، اس وقت عربوں میں شاعر کی حیثیت آج کل کے سربرآوردہ اخبارات کی سی تھی، پروپگنڈہ اور تالیف قلوب کے لئے شاعر کا شعر جادو کا اثر رکھتا تھا مختار نے بڑے تپاک سے اس کو سلام کیا اور نصرت و فتح کی بشارت دیتے ہوئے کہا: "تم ایسے عقیدہ پر ہو (یعنی محبت اہل بیت) جس کی بدولت خدا تمہارے عیوب اور گناہ معاف کردے گا۔ آج رات کو تم اپنی مسجد والوں کو ساتھ لے کر میرے گھر آنا اس طرح مختار شیعی محلوں اور مسجدوں کا گشت لگاتا ہوا فتح و کامیابی کی بشارت دیتا اور رات کو ان الفاظ کی تفسیر و تعبیر سننے اپنے گھر آنے کی سب کو دعوت دیتا بعد عصر گھر پہنچا۔

حسب قرارداد شیعہ رات کو اس کے گھر جمع ہوئے مختار نے پہلے شہر کے حالات دریافت کئے، اس کو بتایا گیا کہ سلیمان بن صرد (ایک شیعی قبائلی سردار جو حجر بن عدی کا جانشین تھا) کی قیادت میں شیعوں نے عبیداللہ بن زیاد کے مقابلہ کے لئے خروج کا فیصلہ کیا ہے، یہ کہ عبیداللہ شام کی سمت سے کوفہ پر حملہ کرنے ایک بڑے لشکر کے ساتھ جزیرہ پہنچ گیا ہے اور یہ کہ سلیمان عنقریب

---

[1] بقول مصنف انساب الاشراف ۲۰۷/۵ ابن یزید رمضان ۶۴ھ ختم ہونے سے آٹھ دن پہلے کوفہ پہنچا اس سے پہلے عامر بن مسعود کوفہ کا گورنر تھا۔ اہل کوفہ نے عبیداللہ بن زیاد کے نائب گورنر عمرو بن حریث کو نکالنے کے بعد عامر کو عارضی طور پر گورنر بنا لیا تھا اس نے ابن الزبیر کے لئے بیعت لے لی تھی کچھ عرصہ بعد ابن الزبیر نے اس کی جگہ عبداللہ بن یزید کو گورنر مقرر کیا۔

نکلنے والا ہے۔ یہ سن کر مختار نے اس طرح پالسہ پھینکا: "صاحبو، وصی کے لڑکے مہدی محمد بن علی (ابن الحنفیہ) نے مجھے تمہارے پاس اپنا امین، وزیر برگزیدہ اور سوار بنا کر بھیجا ہے مجھے ملحدوں سے لڑنے اہل بیت کا انتقام لینے اور کمزوروں کے حقوق کی نگرانی کا حکم دیا ہے۔ (کمزوروں سے اس کی مراد خاص طور پر غلام اور موالی ہیں جو جا و بے جا طریقہ سے عربوں کے مطالبات نفس کا آلہ کار بنے ہوئے تھے اور جن سے محبت و مساوات کا برتاؤ کرکے۔ مختار اپنی سیاسی امنگوں کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے مختار سے پہلے کسی عرب حکمراں نے موالی کی مراعات کو سیاسی پالیسی کا جزو بنا کر نہ تو پیش کیا تھا نہ سیاسی امور میں ان سے اس کی طرح مدد لی نہ ایسا مساویانہ برتاؤ کیا تھا، اس اعلان نے وفاداری سلیمان پر ایک کاری ضرب لگائی۔ سلیمان اس بے وفائی و پشیمانی کے تلخ احساس کو مٹانے جو حضرت حسینؓ کو بلا کر ان کی مدد نہ کرنے سے اس کے اور اس کے متبعین کے دلوں کو زیر و زبر کر رہا تھا اہل شام سے لڑنے نکل رہا تھا۔ اس وقت مختار وصی کے صاحبزادے مہدی ابن الحنفیہ کے مامور کی حیثیت سے کوفہ کے افق پر نمودار ہوا۔ دونوں حیثیتوں میں بڑا فرق تھا سلیمان کے مقابلہ میں مختار کی دعوت بہت زیادہ مستند، بہت زیادہ مقدس اور اخلاقی و دینی حیثیت سے بہت زیادہ جامع اور موثر تھی۔ اس کا سرچشمہ رسول اللہ کے نواسہ اور خلافت کے صحیح حقدار تھے، سلیمان کی دعوت محض شخصی اور ایک عارضی جذبۂ ندامت و انتقام کی پکار تھی۔ سلیمان کے شیعہ متزلزل ہونے لگے پہلے تین ہی دن میں دو ہزار شیعے مختار کے ساتھ ہو گئے

مختار نے پوری فراست کے ساتھ سلیمان کی پارٹی کو جس میں بارہ ہزار شیعے تھے توڑنا اور اپنا کیمپ بنانا شروع کیا، وہ کہتا "میں تمہارے پاس ولی امر، کان فضیلت، وصی الوصی اور امام مہدی کے پاس سے ایک ایسا حکم لے کر آیا ہوں جس میں شفاء کشف غطاء، قتل اعداء اور تمام نعمت ہے سلیمان خدا ان پر اور ہم پر رحم کرے نہایت بوڑھے لاغر اور بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ جسم پر جھریاں پڑ گئی ہیں ان کو نہ انتظامی امور کا تجربہ ہے نہ جنگی تدبیر کا، وہ خود بھی ہلاک ہوں گے اور تم کو بھی ہلاک کرنا چاہتے ہیں ان کے برخلاف میں ایسی پالیسی اور پروگرام پر عمل کروں گا جو میرے

سامنے واضح کر دیا گیا ہے جس پر عمل کر کے تمہارے دوست سربلند اور تمہارے دشمن سرنگوں ہوں گے اور دلوں کی آتش انتقام ٹھنڈی ہو گی بس میرا کہنا مانو، میری اطاعت کرو، خوش رہو اور ایک دوسرے کو کامرانی کے مژدے سناؤ، میں تمہاری آرزوؤں کا بہترین طریقہ پر کفیل ہوں[۱]

مختار کی جمعیت، قوت اور دھاک بڑھتی گئی، سلیمان کا اقتدار گھٹتا گیا۔ تاہم سلیمان اپنے ارادہ پر مضبوطی سے قایم رہا اور کوفہ سے اہل شام کی طرف نکلنے کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ گو کہ مختار کے دماغ کو سلیمان کا وجود ایک بھاری بوجھ کی طرح دباتے ہوئے تھا اس نے سلیمان کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی جو ایسے موقع پر کوئی دوسرا عرب کر گذرتا نہیں کی اور حکمت عملی سے اپنی دعوت کی بنیادیں استوار کرتا رہا اس نے طے کیا کہ سلیمان کا معاملہ یک طرف ہونے سے پہلے وہ کوئی عملی قدم نہ بڑھائیگا۔ اس کو یقین تھا کہ سلیمان کو ناکامی ہو گی اور اس کے بعد شیعہ یک سوئی کے ساتھ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے

مختار کے کوفہ آنے کے آٹھویں ماہ بالآخر سلیمان اہل بیت کا بدلہ لینے اور حضرت حسینؓ سے بے وفائی کا کفارہ ادا کرنے کوفہ سے روانہ ہوا (جمعہ ۵ ربیع الآخر ۶۵ھ) سولہ ہزار شیعوں نے اس سے بیعت کی تھی لیکن مختار کا جادو کچھ اس طرح چلا تھا کہ روانگی کے وقت سلیمان کے ساتھ صرف چار ہزار آدمی تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت رنجیدہ ہوا اور شیعوں کے محلوں میں ان کو راہ راست پر لانے کے لئے متعدد ایجنٹ بھیجے اور متعدد منادی یا ثارات الحسین (لوگو حسین کا بدلہ لینے چلو) نعرہ لگاتے بقول طبری یہ نعرہ پہلے کبھی استعمال نہیں ہوا تھا[۲]۔ ایجنٹوں کی اپیلوں اور منادیوں کے نعروں سے مزید ایک ہزار آدمی آ گئے۔ لیکن کوفہ کے مضافات سے نکلتے نکلتے بہت سے شیعے رات کو سلیمان کے کیمپ سے نکل بھاگے اور مختار سے مل گئے۔

---

۱ طبری ۶۵/۷ و انساب الاشراف ۲۱۸/۵ ۲ اس وقت سلیمان کے کیمپ میں ایک شیعی قبائلی سردار نے جس کو دوسرے سربرآوردہ لیڈروں کی تائید حاصل تھی سلیمان کے سامنے ایک ایسا تقریر پیش کیا جس سے ایک طرف شیعوں کے دلوں میں بد اطمینانی کی لہر دوڑ گئی دوسری طرف سلیمان اور اس کے مشیروں کی کج روی طشت از بام ہو گئی۔
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کوفہ کے گورنر کو جب معلوم ہوا کہ مختار ابن الحنفیہ کے نائب کی حیثیت سے کوفہ میں شیعوں کو منظم کر کے اہل بیت کے لئے سیاسی فضا تیار کر رہا ہے تو وہ ڈر گیا، کوتوال شہر اور قبائلی سرداروں نے جو مختار کی تنظیمی سرگرمیوں اور موالی (غلاموں) سے اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی رو سے خوب واقف تھے گورنر کو بتایا کہ اس کی تحریک سلیمان کی تحریک سے بالکل مختلف ہے، نیز یہ کہ مختار نہایت خطرناک شخص ہے اور اس کا آزاد رہنا امن عامہ اور کوفہ پر ابن الزبیر کے اقتدار کے لئے سخت مضر ہے، مختار کو قید میں ڈال دیا گیا۔

قید میں جا کر مختار کی تحریک اور زیادہ پھلی پھولی۔ اس کے پانچ ایجنٹ جو اس کے آنے والے اقبال میں خوب چمکے، اس کی تحریک کو سینچتے اور اس کے لئے شیعوں کی بیعت ...... لیتے رہے۔ قید میں وہ نبی یا کاہن کی شان سے اکثر یہ الفاظ جو قرآن کے پر شکوہ مسجع انداز میں ہوتے اپنے ملاقاتیوں کے دل بڑھانے کے لئے تلاوت کرتا: "ہوشیار! قسم ہے سمندروں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس قبائلی سردار نے کہا: "ہم حسین کے خون کا بدلہ لینے جا رہے ہیں حالانکہ ان کے سارے قاتل کوفہ میں موجود ہیں (یعنی وہ غیر شیعی قبائلی سردار جنہوں نے حضرت حسین سے جا کر مقابلہ کیا تھا) یہ سن کر سلیمان کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے گھبرا کر اپنے مشیروں کی رائے طلب کی سب نے یک زبان ہو کر اس قبائلی سردار کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ اگر ہم اہل شام سے لڑنے گئے تو حسین کے قاتلوں میں صرف ابن زیاد ملے گا (جو شام کی فوجوں کو لئے ہوئے مروان کے جنرل کی حیثیت سے عراق کی طرف بڑھ رہا تھا) اور زیادہ تر قاتل تو اسی شہر میں موجود ہیں سلیمان نے اس خیال کی مخالفت کی اور ابن زیاد سے لڑنے کے ارادہ پر اصرار رہا مجبوراً لوگ تیار ہو گئے اس موقع پر ابن الزبیر کے گورنر کوفہ ابن مطیع نے بہت کوشش کی کہ سلیمان کچھ دن توقف کر کے حکومت کی فوجوں کے ساتھ شامیوں سے لڑنے جائے دونوں نے صورت حال پر مفصل تبصرہ کیا گورنر نے بتایا کہ شامی خطرہ مشترک ہے وہ جس طرح تمہارے دشمن ہیں ہمارے بھی ہیں، ہم تھوڑے دن میں خوب تیار ہو کر اور تم کو بھی اچھی طرح مسلح کر کے فوج کشی کریں گے لیکن سلیمان پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ حضرت حسین کی قبر کی طرف روانہ ہوا بصرہ کے شیعوں کی ایک جمعیت اس سے راستہ میں آملی ...... کربلا سے پہلے رات کو منزل کی تو ہزار سے اوپر شیعے فرار ہو گئے سلیمان اور اس کے ساتھی حضرت حسین کی قبر پر گئے اور خوب چیخ چیخ کر روئے، گڑگڑاتے اپنے گناہوں پر نادم ہوتے توبہ کرتے اور دعائے مغفرت مانگتے (اسی وجہ سے ان کو توابین کہتے ہیں) ایک رات اور ایک دن اس طرح وہاں گڑگڑانے، توبہ کرنے اور معافی مانگنے کے بعد دشمن کی طرف (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

رب کی، کھجوروں اور درختوں، بیابانوں اور ویرانوں، صالح فرشتوں، برگزیدہ انبیاء کے رب کی، میں ہر چمکدار نیزہ اور ہندی تلوار سے انصار کے لشکروں کو مسلح کر کے ہر جبار کو قتل کروں گا اور جب ستون دین کو سیدھا کرلوں گا اور مسلمانوں کی پراگندہ حالی کو دور اور مومنوں کے دل کی پیاس انتقام سے بجھا لوں گا اور انبیاء کا انتقام لے لوں گا تب نہ انحراف دنیا کا مجھے افسوس ہو گا نہ مرنے سے ڈروں گا۔[1]

سلیمان کے ہزیمت خوردہ سپاہی جب کوفہ پہنچے تو مختار نے ان کو نظر انداز کرنے یا ان پر ملامت کرنے کے بجائے قید خانہ سے ایک خط لکھا جس میں ان کی بڑی تعریف کی، ان کے مجاہدانہ جوش اور سرگرمیوں کو سراہا پھر یہ الفاظ لکھے: "اگر میں باہر آجاؤں تو تمہارے دشمنوں پر خدا کے حکم سے مشرق و مغرب میں تلوار سونت لوں گا اور ان کو فنا کے گھاٹ اتار دوں گا خط پڑھ کر یہ لوگ خوش ہوئے مختار کی بیعت کر لی اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم زبردستی قید سے آپ کو نکال لے جائیں مختار کی معاملہ فہمی اور احتیاط پسندی نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس نے کہلا بھیجا: آپ لوگ فکر نہ کریں میں عنقریب رہا ہو جاؤں گا۔[2] پھر اس نے اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کو خط کے ذریعہ اپنی مظلومی اور گورنر کی زیادتی کی اطلاع دی اور گورنر سے اپنی رہائی کی سفارش کرنے کے لئے لکھا عبداللہ بن عمران معدودے چند بڑے لوگوں میں تھے جو خلافت یا سیاسی اقتدار کی اہلیت رکھتے[3] اور اس کے دعویدار بننے کی صلاحیت کے باوجود خونریزی سے بچنے کی خاطر سیاست سے بے تعلق ہو کر گھریلو زندگی گذار رہے تھے، اس وجہ سے سیاسی حلقوں میں ان کی بڑی عظمت تھی ابن عمر نے ایک سفارشی خط لکھ دیا اور گورنر نے شہر کے دس ممتاز سرداروں کی ضمانت اور ایک تحریری معاہدہ کے بعد مختار کو آزاد کر دیا معاہدہ کے دفعات یہ تھے میں اس خدا کی قسم کھا کے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو حاضر و غایب کا جاننے والا بڑا مہربان ہے کہتا ہوں کہ نہ تو گورنر اور وزیر خراج کو کوئی نقصان پہنچاؤں گا نہ ان کے خلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) روانہ ہوئے اور جزیرہ کے ایک مقام عین الوردہ میں ابن زیاد سے لڑکر شکست کھائی، سلیمان اور اس کے اکثر ساتھی مارے گئے ایک مختصر جماعت کوفہ لوٹی۔ طبری ۶۰-۶۶/۶ [1] طبری ۶۵/۶ [2] طبری ۶۶-۶۵/۶

بغاوت کروں گا جب تک وہ برسر اقتدار ہیں اگر میں ایسا کروں تو ہزار جانور بطور تاوان کعبہ کے دروازہ پر ذبح کروں گا اور میرے سارے غلام - مرد و عورت - آزاد ہو جائیں گے[1]

رہائی کے بعد مختار نے کسی سے کہا: "خدا ان کو غارت کرے، یہ کیسے احمق ہیں اگر خیال کریں کہ میں ان عہدوں کو پورا کروں گا رہا میرا حلف جو میں نے خدا کے نام پر کیا ہے تو میرا فرض ہے کہ جب میں کوئی قسم کھاؤں تو دیکھوں کہ جس بات کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا اور بہتر بات انجام دوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دوں اس معاملہ میں میرے لئے یہی مناسب ہے کہ میں ان کے خلاف بغاوت کروں اور قسم کا کفارہ دوں رہا ہزار جانوروں کا کعبہ بھیجنا تو یہ میرے لئے تھوکنے سے زیادہ آسان ہے اور رہا غلاموں کا آزاد کرنا تو خدا کی قسم میری دلی آرزو ہے اگر میری اسکیم کامیاب ہو جائے تو کبھی غلام نہ رکھوں"[2]

دوسری بار اہل بیت کی محبت میں قید جا کر مختار کی دھاک پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ شیعوں پر اچھی طرح آشکارا ہو گیا کہ وہ آزمائشیں جن میں پڑ کر ان کے دوسرے بہت سے سرگروہ اپنی وفاداریوں کو خیرباد کہہ کر دنیادی جاہ و زوائد کی خاطر بدلجاتے تھے مختار کے عزم کو نہ توڑنے والی ہیں نہ اہل بیت کے ساتھ اس کی وفاداری کو مضمحل کرنے والی اس کے علاوہ اس میں وہ خاندانی تکبر ان کو نظر نہ آیا جو ہر خاندانی عرب کی خصوصیت تھا اور جس کا مظاہرہ وہ برابر کرتے رہے تھے۔ وہ سب کے ساتھ عرب ہو یا غیر عرب کچھ تو طبعًا لیکن بیشتر مصلحتًا روا داری کا برتاؤ کر رہا تھا۔ شیعوں کی تعداد جن میں موالی اور غلاموں کا تناسب بہت تھا نہایت تیزی سے بڑھنے لگی ابن الزبیر کو مکہ میں جب ان حالات کا علم ہوا تو انھوں نے موجودہ گورنر کو نا اہل خیال کر کے مع وزیر خراج کے معزول کر دیا اور حضرت عمر کے ایک رشتہ دار عبداللہ بن مطیع کو جو مکہ میں ان کا گورنر تھا اور جس کی سربراہ کاری پر ان کو بہت بھروسہ تھا اس کی جگہ مقرر کیا وزیر خراج (طلحہ کے لڑکے عبداللہ) نے چلتے وقت بیت المال کا کافی روپیہ اڑا لیا۔ یہ رسم سی ہو گئی تھی۔

---

[1] طبری ۹۳/۷ [2] طبری ۹۴/۷